بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوٹ: آخری عشرہ کے یہ دروس برادر مکرم جناب مولانا سعید احمد ثاقب زید مجدہم کی کتاب ''خلاصہ مضامین قرآن و دروس رمضان'' سے نقل کئے جا رہے ہیں۔

21 رمضان المبارک
لیلۃ القدر کی فضیلت و اہمیت

محترم سامعین! رمضان المبارک کے دو عشرے آج مکمل ہو رہے ہیں تیسرا اور آخری عشرہ شروع ہو رہا ہے، جسے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ یہ جہنم سے خلاصی کا عشرہ ہے اس عشرے کی طاق راتوں میں ایک رات لیلۃ القدر ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور میرے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ طلب ثواب کی خاطر کھڑا ہوا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ

امام ابوبکر وراقؒ نے فرمایا اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ و استغفار کے ذریعے وہ صاحب قدر و شرف بن جاتا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ اس کو لیلۃ القدر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اعمال کی عظیم الشان قدر ہوتی ہے۔

قدر کا ایک معنیٰ تنگی ہے اس رات اتنے فرشتے آسمان سے اترتے ہیں حتی کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو جاتی ہے۔

رمضان کا آخری عشرہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں ایسی عبادت و محنت کرتے تھے جو دوسرے اوقات میں نہیں ہوتی تھی۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب بیدار رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی بیدار رکھتے۔ (بخاری، و مسلم، مشکوٰۃ)

لیلۃ القدر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ مہینہ تم پر آیا ہے اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہا۔ اور اس کی خیر سے کوئی شخص محروم نہیں رہے گا۔ سوائے بدقسمت اور حرمان نصیب کے۔ (ابن ماجہ و اسنادہ حسن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ

نازل ہوتے ہیں اور ہر بندہ جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو (اس میں تلاوت، تسبیح وتہلیل اور نوافل سب شامل ہیں۔ الغرض کسی طریقے سے ذکر وعبادت میں مشغول ہو) اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ (بیہقی)

لیلۃ القدر کے معمولات:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ.

اے اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں پس مجھے (شب قدر کی برکت سے) معاف فرما دیجئے۔

اس رات میں دعا وعبادات میں مشغول رہنا چاہئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے پورے رمضان میں مغرب اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی تو اس نے شب قدر کا ایک بڑا حصہ پالیا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ شب قدر میں تمام رات جاگنا ضروری نہیں، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شب قدر میں تمام رات جاگنا اور عبادت کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی اس رات میں گناہوں سے بچتا ہے اور عام دنوں کی بنسبت کچھ عبادت میں اضافہ کرلیتا ہے تو اس کو بھی شب قدر سے کسی قدر حصہ مل جاتا ہے۔ دعا واستغفار کا خصوصی اہتمام کریں دعا کی قبولیت کا یہ خاص موقع ہے۔

آواز لگ رہی ہے

آخری عشرہ شروع ہوتے ہی...... لیلۃ القدر کی خوشبو آنا شروع ہو جاتی ہے...... اللہ کے مقرب بندے...... اس کی تلاش میں رات دن ایک کر دیتے ہیں...... جبکہ ...... خود یہ حسین، البیلی اور دلکش رات یہی آواز لگاتی ہے کہ...... میں لیلۃ القدر ہوں...... قدر و منزلت والی رات...... کسی کو کیا معلوم کہ میری کتنی قدر و قیمت ہے؟...... کہاں ہیں میرے قدر دان کہ...... میں ان کو رب سے ملا دوں...... زمین سے اٹھا کر...... آسمان پر پہنچا دوں...... کہاں ہیں میرے قدر دان؟...... کہاں ہیں میرے قدر دان؟......

شب قدر ایک قیمتی رات

عارفین اللہ کی یاد سے کوئی لمحہ خالی جانے نہیں دیتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم ایک لمحہ کے لئے بھی حق تعالیٰ شانہ کی یاد سے غافل ہوں اور شاید یہی لمحہ ہمارے لئے بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کا ہو۔ اس لئے اگر وہ ایک لحظہ بھی یاد خداوندی سے غافل ہو جائیں تو ترقی وبلندی درجات سے رک جائیں۔ چونکہ عارفین کو ہی زندگی کے ہر لمحہ کی قدر و قیمت معلوم ہے وہ شب عبادت اور ذکر نیم شبی کی لذت سے آگاہ ہیں اس لئے شب قدر کی صحیح معنوں میں وہی قدر و قیمت پہچانتے ہیں۔

اے خواجہ چہ پرسی ز شب قدر چہ نشانی
ہر شب شب قدر است گر قدر بدانی

(اے دوست شب قدر اور اس کی نشانیوں کے بارے میں کیا پوچھتے ہو، ہر رات شب قدر ہے اگر تم اس کی قدر پہچانو)

میرے محترم دوستو! زندگی کا کوئی پتہ نہیں اللہ نے یہ موقع دیا ہے اللہ سے صلح کرلو اللہ کو راضی کرنے کا فیصلہ کرلو اللہ پاک راضی ہوگئے تو زندگی کا ہر لمحہ قیمتی اور قابل قدر بن جائے گا۔

22 رمضان المبارک

سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

محترم سامعین! آج بائیس رمضان المبارک ہے۔ مشہور قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت بیس رمضان المبارک ۴۰ھ میں ہوئی۔ اسی مناسبت سے آج کے درس میں حضرت علیؓ کی سیرت سے متعلق چند باتیں آپ کے سامنے عرض کروں گا۔

نام ونسب:

علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

آپؓ کا ایک نام حیدر بھی ہے۔ حیدر دراصل حضرت علی کے نانا اسد کا نام تھا جب آپؓ پیدا ہوئے تو اسی وقت آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے آپ کا نام اپنے باپ کے نام پر حیدر رکھا تھا۔ پھر بعد میں ابو طالب نے اپنی طرف سے بیٹے کا نام ''علی'' رکھا۔ جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے، خود میرے نزدیک ''ابوتراب'' سے پسندیدہ کوئی نام نہیں۔

کنیت:

''ابوتراب'' سیدنا علیؓ کی کنیت ہے اور یہ کنیت اس طرح پڑی کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ گھر میں نہیں ہیں۔ پوچھا، علی کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا۔ میرے اور ان کے درمیان کچھ ان بن ہوگئی تھی۔ اسی غصہ میں گھر سے چلے گئے ہیں۔ آج تو انہوں نے اس گھر میں قیلولہ بھی نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو علیؓ کہاں ہیں؟ حضرت انسؓ نے بتایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ مسجد کی دیوار سے لگے ہوئے ننگی زمین پر لیٹے محوخواب ہیں۔ چادر کاندھے سے کھسک کر الگ ہوئی تھی اور پیٹھ اور پہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جسم کے اوپر سے مٹی صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ اٹھو اے ابوتراب اٹھو، جبھی سے حضرت علیؓ کی کنیت ''ابوتراب'' مشہور ہوگئی۔ (مظاہر حق ج ۲)

بچپن:

بچپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آغوش محبت میں پرورش پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بالکل فرزند کی طرح معاملہ کیا اور اپنی دامادی کا شرف بھی ان کو بخشا۔ جناب سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیٹی تھیں، آپ کے نکاح میں آئیں اور ان سے آپ کی اولاد ہوئی۔

قبول اسلام:

آپ قبل بلوغ بچپن میں اسلام لائے۔ ابو یعلیٰ خود حضرت علی رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز مبعوث ہوئے، اور دوسرے دن منگل کو میں مسلمان ہوا''، جس وقت آپ ایمان لائے اس وقت آپؓ کی عمر شریف دس سال تھی بلکہ بقول بعض نو سال اور بعض آٹھ سال اور کچھ اس سے بھی کم

بتاتے ہیں۔حسن بن زید فرماتے ہیں کہ آپ نے صغرسنی میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی۔(تاریخ الخلفاء،طبقات ابن سعد)

خلافت:

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی۔مدینہ میں شورِ قیامت بپا تھا۔ہر طرف باغی چھائے ہوئے تھےلیکن خلافت کا انتظام بہر حال ضروری تھا،اس وقت اکابر صحابہ ؓ میں ایک حضرت علیؓ ہی کی ذات ایسی تھی جس پر سب کا اتفاق ہوسکتا تھا۔چنانچہ مہاجرینؓ وانصارؓجن میں حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ خلیفہ کا انتخاب ضروری ہے۔حضرت علیؓ نے یہ اشارہ سمجھ کر جواب دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔جسے تم منتخب کروگے میں بھی اسے قبول کرلوں گا۔ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا اس کا مستحق نہیں ہے اس لئے ہم کسی دوسرے کو منتخب کر ہی نہیں سکتے۔حضرت علیؓ نے پھر عذر کیا کہ امیر ہونے کے مقابلے میں مجھے وزیر ہونا زیادہ پسند ہے۔آخر میں لوگوں نے پھر عرض کیا کہ ہم لوگ آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔غرض مسلمانوں کے اصرار سے مجبور ہوکر اور امت اسلامیہ کے مفاد کا لحاظ کر کے آپؓ نے قبول فرمایا اور مجمع عام میں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔بیعت کے بعد ذی الحجہ ۳۵ھ میں آپ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔(تاریخ اسلام۔معین الدین احمد ندوی بحوالہ طبری وابن سعد)

اصابت رائے:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ صائب الرائے بھی تھے اور آپ کی اصابت رائے پر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا،چنانچہ آپ تمام مہمات امور میں شریکِ مشورہ کئے جاتے تھے۔واقعۂ افک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے راز داروں میں جن لوگوں سے مشورہ کیا،ان میں سے ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔غزوۂ طائف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تنی دیر تک سرگوشی فرمائی کہ لوگوں کو اس پر رشک ہونے لگا۔

خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں وہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ دونوں کے مشیر تھے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مہاجرین وانصار کی جو مجلس شوریٰ قائم کی تھی،اس کے رکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔حضرت عمر فاروقؓ نے اس مجلس کے ساتھ مہاجرین کی جو مخصوص مجلس شوریٰ قائم کی تھی اس کے اراکین کے نام اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہیں، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ لازمی طور پر اس کے ایک رکن رہے ہوں گے۔کیونکہ حضرت عمرؓ کی ان کی رائے پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو حضرت علیؓ سے مشورہ کرتے تھے۔ایک موقع پر انہوں نے فرمایا تھا:

لَوْ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ اگر علی نہ ہوتے عمر ہلاک ہوجاتا۔"

اس اعتماد کی بناء پر بعض امور میں حضرت عمرؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی ہے۔معرکۂ نہاوند میں جب ایرانیوں کی کثرت نے حضرت عمرؓ کو بے حد مشوش کردیا،تو انہوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام صحابہ کو جمع کر کے رائے طلب کی۔حضرت طلحہؓ نے کہا امیر المؤمنین آپ خود ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں،البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں۔حضرت عثمانؓ نے مشورہ دیا کہ شام ویمن وغیرہ سے فوجیں جمع کر کے آپ خود سپہ سالار ہوکر میدان جنگ میں تشریف لے جائیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاموش تھے،حضرت عمرؓ نے ان کی طرف دیکھا تو بولے کہ شام سے اگر فوجیں ہٹیں تو مفتوحہ مقامات پر دشمنوں کا تسلط ہوجائے گا اور آپ نے مدینہ چھوڑا تو عرب میں ہر طرف قیامت برپا ہوجائے گی،اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں اور شام ویمن وغیرہ میں فرمان بھیج دیئے جائیں کہ جہاں جہاں جس قدر فوجیں ہوں ایک ایک ثلث ادھر روانہ کردی جائیں۔حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔

حضرت عثمانؓ نے بھی ان سے اہم معاملات میں مشورے لئے اور اگر ان کے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو ان کا عہد نہ صرف فتنہ وفساد سے محفوظ رہتا بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن قائم ہوجاتا کہ آئندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتی۔آپ کی اصابت رائے کا سب سے بڑا ثبوت آپ کے فیصلوں میں ملتا ہے۔(سیر الصحابہ حصہ اول ص ۳۳۶،۳۳۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الصبح بیدار ہوکر اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کج روی اختیار کی ہے اور اس نے سخت نزاع برپا کر دیا ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں مجھ سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ چنانچہ میں نے بارگاہ رب العزت میں اس طرح دعا کی کہ الٰہی! ''مجھے تو ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میرے بجائے ان لوگوں کا ایسے شخص سے واسطہ ڈال جو مجھ سے بدتر ہو'' ابھی آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابن نباح مؤذن نے آ کر آواز دی ''اَلصَّلوٰۃُ اَلصَّلوٰۃُ'' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کے لئے گھر سے چلے۔ راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے دے کر جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابن ملجم سے سامنا ہوا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ وار اتنا شدید تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ میں جا کر ٹھہری۔ اتنی دیر میں چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔

یہ زخم بہت کاری تھا۔ پھر بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ و ہفتہ تک بقید حیات رہے مگر اتوار کی شب میں آپ کی روح بارگاہ قدس میں پرواز کر گئی۔ بیس رمضان المبارک ۴۰ھ کو آپؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے آپ کو غسل دیا۔ امام حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دار الامارت کوفہ میں رات کے وقت آپ کو دفن کر دیا۔

ازواج واولاد:

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے انتقال کے بعد متعدد شادیاں کیں اور ان سے بکثرت اولادیں ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے حضرت حسنؓ، حسینؓ اور محسن تھے۔ محسن کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا اور صاحبزادیوں میں زینبؓ اور ام کلثوم تھیں، ام کلثوم کا عقد حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ خولہ کے بطن سے محمد بن علیؓ تھے جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت حسینؓ کے بعد یہ بڑے نامور فرزند تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی اولادیں تھیں جن کا نہ کوئی کارنامہ ہے اور نہ انہوں نے کوئی خاص شہرت حاصل کی۔ (تاریخ اسلام۔ معین الدین احمد ندوی)

سیرت المرتضیٰ پر ایک جامع تبصرہ:

امیر معاویہؓ کے استفسار پر حضرت علیؓ کے ایک حاشیہ نشین ضرار مدائی نے آپ کے حسب ذیل اوصاف بیان کئے تھے جو آپ کی سیرت پر ایک جامع تبصرہ ہے۔

''وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے، عادلانہ فیصلہ کرتے تھے ان کے ہر سمت سے علم پھوٹتا تھا اور حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا اور اس کے دلفریبیوں سے وحشت کرتے تھے۔ رات کی تاریکی اور اس کی وحشت سے انس رکھتے تھے۔ عبرت پذیر اور بہت غور وفکر کرنے والے تھے۔ ہم میں ہم ہی لوگوں کی طرح رہتے تھے۔ جب ہم کچھ پوچھتے تھے تو اس کا جواب دیتے تھے۔ باوجودیکہ وہ ہم کو اپنے قریب رکھتے تھے اور خود ہمارے قریب رہتے تھے لیکن ہم ہیبت سے ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینداروں کی تعظیم کرتے تھے، غریبوں کو مقرب بناتے تھے۔ ان کے سامنے طاقتور باطل میں طمع نہیں کر سکتا تھا اور کمزور انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا۔ بعض مواقع پر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رات گزر رہی ہے، ستارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی داڑھی مٹھی میں دبائے مارگزیدہ کی طرح بے قرار اور غم رسیدہ کی طرح اشکبار کہہ رہے ہیں، اے دنیا! کسی اور کو فریب دے، تو مجھ سے لگاوٹ کر رہی ہے، میری مشتاق ہے، افسوس، افسوس! میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، تیری عمر تھوڑی اور تیرا مقصد حقیر ہے، ہائے ہائے سفر طویل، راستہ وحشت ناک اور زاد سفر تھوڑا ہے۔'' (تاریخ اسلام معین الدین ندوی بحوالہ روضۃ النظرۃ)

یہ اوصاف سن کر امیر معاویہؓ رو پڑے اور کہا، خدا ابوالحسن (علیؓ) پر رحم کرے بخدا وہ ایسے ہی تھے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَرْضَاہُ

23 رمضان المبارک

دعاء کی اہمیت

محترم سامعین ! رمضان المبارک کا اکثر حصہ گزر چکا ہے تھوڑے دن باقی ہیں اس ماہ مبارک کے اوقات بڑے قیمتی ہیں اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار بارش سے بھی زیادہ برس رہی ہے یہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا بہت اہم موقع ہے اور اللہ کریم وہ ذات ہے جو بندوں کے مانگنے اور سوال کرنے پر خوش ہوتا ہے اور وہ کبھی اپنے بندوں کو محروم نہیں کرتا۔ چنانچہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی اور گناہ کی دعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور مل جاتی ہے۔(۱) یا بعینہ وہی چیز مل جاتی ہے جس کی اس نے دعا کی (۲) یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اس سے ہٹادی جاتی ہے (۳) یا آخرت میں اسی کے بقدر ثواب اس کے حصے میں لکھ دیا جاتا ہے اور جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ رب العزت نے یہی فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

رمضان اور دعاء

ہر کام کو طریقہ ہی سے کرنا چاہئے پھر کامیابی بہت قریب ہوجاتی ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو　　　　دِرِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

حدیث: ترمذی میں ہے کہ جس شخص کے لئے دعا کے دروازے کھول دیئے گئے اس کے لئے گویا رحمت کے (بہت سے) دروازے کھولے گئے۔

حدیث: جمع الفوائد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ میں تمہیں ایسی چیز بتادوں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے بھی نجات دلائے اور تمہاری روزی بھی بڑھائے وہ یہ ہے کہ تم رات دن میں (جس وقت یا جتنی بار مانگ سکو) اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگا کرو۔

آداب دعاء

(۱) کھانے پینے پہننے اور کمانے میں حرام سے بچنا۔

(۲) اخلاص کے ساتھ دعا کرنا یعنی دل سے یہ سمجھنا کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی ہمارا مقصد پورا نہیں کرسکتا۔ (الحاکم)

(۳) دعا سے پہلے کوئی نیک کام کرنا اور بوقت دعا اس کا اس طرح ذکر کرنا کہ یا اللہ میں نے آپ کی رضا کے لئے فلاں عمل کیا ہے آپ اس کی برکت سے میرا فلاں کام کردیجئے۔ (مسلم وغیرہ)

(۴) پاک وصاف ہوکر دعا کرنا۔　　　(۵) وضو کر کے دعا کرنا۔

(۶) دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا۔ (صحاح ستہ)

(۷) دوزانوں ہوکر بیٹھنا۔

(۸) دعا کے اول وآخر میں حق تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا۔

(۹) اسی طرح اول وآخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر درود بھیجنا۔

(۱۰) دعا کے لئے دونوں ہاتھ پھیلانا۔

(۱۱) دونوں ہاتھوں کومونڈھوں کے برابر اٹھانا۔

(۱۲) ادب وتواضع کے ساتھ بیٹھنا۔ (۱۳) اپنی محتاجی اور عاجزی کوذکر کرنا۔

(۱۴) دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اورصفات عالیہ کوذکر کر کے دعا کرنا۔

(۱۶) اپنی سب حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے مخلوق پر بھروسہ نہ کرے۔

(۱۷) دعا میں آواز پست کرنا۔

(۱۸) ان دعاؤں کے ساتھ دعا کرنا جوآنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔کیوں کہ آپ نے دین ودنیا کی کوئی حاجت نہیں چھوڑی جس کی دعاتعلیم نہ فرمائی ہو۔

(۱۹) ایسی دعا کرنا جواکثر حاجات دینی ودنیوی کوحاوی وشامل ہو۔

(۲۰) دعامیں اول اپنے لئے دعا کرنااور پھراپنے والدین اور دوسرے مسلمان بھائیوں کوشریک کرنا۔

(۲۱) اگرامام ہوتو تنہااپنے لئے دعانہ کرے بلکہ سب شرکاء جماعت کودعاء میں شریک کرے۔

(۲۲) عزم کے ساتھ دعا کرے(یعنی یوں نہ کہے کہ یااللہ اگرتو چاہے تو میرا کام پورا کردے۔)

(۲۳) رغبت وشوق کے ساتھ دعا کرے۔

(۲۴) جس قدرممکن ہوحضورقلب کی کوشش کرےاورقبول دعا کی امیدقوی رکھے۔

(۲۵) دعاء میں تکرار کرنا،اورکم سے کم مرتبہ تکرار کا تین مرتبہ ہے(ف)ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ دعا کومکرر کرے یا تین مجلسوں میں کہے دونوں طرح تکرار دعاءصادق ہے۔

(۲۶) کسی گناہ یاقطع رحمی کی دعانہ کرے۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ کی رحمت کوصرف اپنے لئے مخصوص کرنے کی دعانہ کرے۔

(۲۸) دعا کرنے والابھی آخرمیں آمین کہےاور سننے والابھی۔

(۲۹) دعاء کے بعد دونوں ہاتھ اپنے چہرہ پرپھیرے۔(ابوداؤد)

(۳۰) قبولیت دعامیں جلدی نہ کرےیعنی یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی تھی اب قبول کیوں نہیں ہوئی۔(بخاری وغیرہ)

جن لوگوں کی دعاءزیادہ قبول ہوتی ہے:

مضطریعنی مصیبت زدہ کی دعاءزیادہ قبول ہوتی ہے۔(بخاری)مظلوم،اگرچہ فاسق وفاجرہواس کی بھی دعاءقبول ہوتی ہے۔(مسنداحمد)بلکہ اگرمظلوم کافربھی ہو تواس کی بھی دعاءردنہیں ہوتی۔(مسنداحمد)والدکی دعااولاد کے لئے،عادل بادشاہ کی دعابھی قبول ہوتی ہے۔

اولادجووالدین کی فرمانبردارہواس کی بھی دعاقبول ہوتی ہے۔مسافرکی دعابھی مقبول ہوتی ہے۔(ابوداؤد)

روزہ دارکی دعاءروزہ افطارکرنے کےوقت قبول ہوتی ہے۔(ترمذی،ابن ماجہ)

غائبانہ دعاکسی مسلمان کی دوسرے کے لئے بھی مقبول ہے۔حجاج کی دعاءجب تک وہ وطن واپس نہ آئیں۔(جمع الفوائد۹)

قبولیت دعاءکےاوقات:

شب قدررمضان المبارک کےعشرہ اخیرہ کی طاق راتیں یعنی ۲۱،۲۳،۲۵،۲۷،۲۹(ترمذی)یوم عرفہ،عیدین کی راتین،ماہ رمضان المبارک کے تمام دن اورتمام

راتین،شب جمعہ،روز جمعہ،شب برأت، ہررات میں ابتدائی تہائی رات، آخر تہائی رات، آدھی رات، سحر کا وقت، ساعتِ جمعہ یعنی اول جس وقت سے امام خطبہ کے لئے بیٹھے نماز سے فارغ ہونے تک (ف) مگر درمیان خطبہ میں دعا زبان سے نہ کرے کہ ممنوع ہے بلکہ دل ہی دل میں دعا مانگے یا خطبہ میں جو دعائیں خطیب کرتا ہے ان پر دل ہی دل میں آمین کہتا جائے،اور دوسرا وقت عصر کے بعد غروب آفتاب تک ہے۔(ترمذی) اذان کے وقت اذان واقامت کے درمیان حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کے بعد (مستدرک) جہاد میں صف باندھنے کے وقت (موطا) فرض نمازون کے بعد،سجدہ کی حالت (مگر فرائض میں نہیں) تلاوت قرآن کے بعد اور بالخصوص ختم قرآن کے بعد اور بالخصوص پڑھنے والے کی دعا بہ نسبت سننے والوں کے زیادہ مقبول ہے۔آب زمزم پینے کے وقت، میت کے پاس حاضر ہونے کے وقت یعنی جو شخص نزع کی حالت میں ہو اس کے پاس آنے کے وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے، مرغ کے آذان کرنے کے وقت، مسلمانوں کے اجتماع کے وقت، مجالس ذکر میں، امام کے ولا۔

24 رمضان المبارک
نفل نمازیں اوران کے اوقات

محترم سامعین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے جوشخص ماہ رمضان المبارک میں کوئی نیکی کا کام (یعنی نفلی عبادت کرے گا) اسے اس نفلی عبادت کا اتنا ثواب ملے گا جتنا ثواب رمضان کے علاوہ کسی فرض کے ادا کرنے پر ملتا ہے اور ویسے بھی یہ تربیت وتزکیہ کا مہینہ ہے بہت سارے احباب ایسے ہیں جو نفل نمازوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتے لہٰذا آج کے درس میں نفل نمازوں اوران کے اوقات کے بارے میں کچھ معروضات پیش کروں گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اوراس رحمت وبرکت، بخشش ومغفرت کے سیزن میں جھولیاں بھرنے اوراللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نفل نمازیں اوران کے اوقات

سب سے پہلے تو یہ بات سمجھ لیں کہ چوبیس گھنٹوں میں تین اوقات ایسے ہیں جن میں کسی قسم کی کوئی نماز پڑھنا ناجائز اور ممنوع ہے۔

ممنوع اوقات

۱۔طلوع آفتاب کا وقت،۲۔غروب آفتاب کا وقت،۳۔عین زوال کا وقت۔

ان اوقات میں کسی قسم کی کوئی نماز خواہ فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل، نماز جنازہ اور سجدہ کچھ جائز نہیں۔ نیز ان اوقات میں دعا اور ذکر وتسبیح کرنا قرآن کریم کی تلاوت سے افضل ہے اور تلاوت کرنا بھی جائز ہے، مگر خلافِ اولیٰ ہے۔(درمختار)

نوٹ:طلوع آفتاب کے بعد تقریباً دس منٹ تک اور غروب آفتاب سے پہلے جب سورج کی روشنی سرخ ہوجائے جس کا اندازہ غروب سے پہلے تقریباً پندرہ سے بیس منٹ ہے اور نقشہ میں دیئے گئے وقت زوال سے پانچ منٹ پہلے اور پانچ منٹ بعد تک یہ تینوں مذکورہ اوقات ممنوع وقت میں داخل ہیں۔

مکروہ اوقات:

صبح صادق سے طلوع آفتاب تک۔

عصر کے فرضوں کے بعد سے آفتاب کی روشنی سرخ ہونے تک۔

ان اوقات میں سجدۂ تلاوت، نماز جنازہ اور قضاء نمازیں پڑھنا درست ہے، لیکن کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں بلکہ مکروہ ہے(درمختار) اگر فجر کی جماعت میں تاخیر سے شامل ہونے کی بناء پر فجر کی سنتیں رہ جائیں تو فجر کے فرضوں کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے انہیں ادا کرنا مکروہ ہے۔(درمختار) بعض لوگ اس میں بڑی غفلت کرتے ہیں۔البتہ یہ فجر کی رہی ہوئی سنتیں زوال سے پہلے پہلے ادا کرسکتے ہیں۔

تہجد:

عشاء کے بعد سے لے کر صبح صادق سے پہلے تک تہجد کا وقت ہے لیکن رات کی آخری تہائی میں پڑھنا مستحب ہے تہجد کی کم ازکم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں۔(شامیہ)

تہجد کی فضیلت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارا پروردگار ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے یعنی اس کی خاص تجلی آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتی ہے جب رات ایک ثلث باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کون ہے مجھ سے دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے مجھ سے مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں؟ کون ہے مجھ سے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟ (بخاری ج ۱ص ۱۵۳)

حضرت بلال اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگوں رات کے قیام کو لازم پکڑو کیوں کہ یہ عادت اور طریقہ ہے تم سے پہلے نیک لوگوں کا اور بے شک رات کا قیام اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والا ہے، گناہوں سے روکنے والا اور خطاؤں کا کفارہ اور بیماری کو بدن سے بھگانے اور دور کرنے والا ہے۔ (ترمذی ص ۵۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک رات میں ایک گھڑی ہے جو عبد مسلم اس میں اللہ تعالیٰ سے بہتری مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو دیں گے۔ (مسلم: ج ۱ص ۲۵۸)

مسئلہ: اگر جاگنے کا بھروسہ ہو تو (عشاء کی نماز کے بعد وتر نہ پڑھے بلکہ) وتر تہجد کی نماز کے بعد پڑھنا افضل ہے اس لئے اگر صبح صادق سے پہلے وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ نوافل کے بعد وتر پڑھ سکے گا تو پہلے تہجد پڑھے اس کے بعد وتر پڑھے اور اگر کسی دن آنکھ دیر سے کھلے اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر نوافل میں مشغول ہوا تو کہیں وتر قضا نہ ہو جائیں تو ایسی صورت میں پہلے وتر کی تین رکعتیں پڑھ لے پھر اگر صبح صادق میں کچھ وقت باقی ہو تو نفل بھی پڑھ لے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج ۳، ص ۷۷)

اشراق:

سورج نکلنے کے کم از کم دس منٹ کے بعد سے زوال سے پہلے تک اشراق کا وقت ہے۔ البتہ اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ اس کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار رکعات ہیں۔ (اعلاء السنن)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اور وہ آفتاب بلند ہونے تک وہیں بیٹھا رہا، تسبیح و تقدیس بیان کرتا رہا اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں تو اسے پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی بحوالہ نماز مسنون ص ۵۵۹)

حضرات خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بچپن سے نماز اشراق کا شوق تھا، میرا معمول تھا کہ میں نماز فجر سے فارغ ہو کر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھتا تھا جب آفتاب بلند ہو جاتا تو میں ذوق و شوق کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرتا۔

چاشت:

ابتدائی چوتھائی دن گزرنے کے بعد یعنی موسم گرما میں تقریباً صبح ساڑھے آٹھ بجے اور موسم سرما میں تقریباً نو بجے سے سورج ڈھلنے سے پہلے تک مستحب ہے، نیز اشراق کے ساتھ پڑھ لینا بھی جائز ہے چاشت کی کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں۔ (درمختار)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی وہ غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جس نے چار رکعات پڑھیں وہ عابدین میں لکھا جائے گا اور جس نے چھ رکعات پڑھیں وہ اس کے لئے اس دن (نفلی عبادت) میں کفایت کرے گی اور جس نے آٹھ رکعات پڑھیں اس کو اللہ تعالیٰ اطاعت گزاروں میں لکھے گا اور جس نے بارہ رکعات پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۲، ۲۳۷، بحوالہ طبرانی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم چار رکعات ادا فرماتے تھے کبھی زیادہ بھی پڑھتے۔ (نماز مسنون، ص ۵۶۱)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھتی تھیں اور پھر فرماتی تھیں کہ اگر میرے ماں باپ بھی میرے لئے زندہ کر دیئے

جائیں تو میں اس (نماز) کو نہ چھوڑوں گی۔ (موطأ امام مالک ص ۱۳۶، بحوالہ نماز مسنون ص ۵۶۳)

صحیح احادیث میں صلوٰۃ الضحیٰ (یعنی چاشت کی نماز) کو ہی صلاۃ الاوابین کہا گیا ہے۔ (نماز مسنون: ص ۵۶۳)

صلاۃ الاوابین:

مغرب کی نماز کے بعد سے عشاء سے پہلے تک اوابین کا وقت ہے اس کی کم از کم چھ رکعات اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں۔ (کبیری)

نماز مغرب کے بعد چھ رکعات نوافل کی بھی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات نماز پڑھی اور ان کے درمیان اس نے کوئی بری بات زبان نہیں نکالی تو اس کو بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملے گا۔ (ترمذی ص ۸۹، ابن ماجہ ص ۹۸)

بعض لوگ اس نماز کو بھی صلاۃ الاوابین کہتے ہیں اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آثار ملتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا صلاۃ الاوابین جب مغرب کی نماز پڑھ کر نمازی فارغ ہوں تو اس سے لے کر اس وقت تک ہوتی ہے جب عشاء کا وقت آجائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور یہ بھی صلاۃ الاوابین ہے۔ (کنز العمال ج ۸ ص ۳۵، بحوالہ نماز مسنون ص ۵۶۶)

لغوی اعتبار سے اس کو بھی صلاۃ الاوابین یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز کہہ سکتے ہیں لیکن حقیقی صلاۃ الاوابین وہ چاشت ہی کی نماز ہے۔ (نماز مسنون ص ۵۶۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد عمار بن یاسرؓ کو دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے اور بیان فرماتے تھے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعات نماز پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ وہ کثرت میں سمندر کے کف (جھاگ) کے برابر ہوں۔ (معارف الحدیث معجم طبرانی بحوالہ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۱۵)

تحیۃ الوضو:

وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے، اسے نماز تحیۃ الوضو کہتے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (مسلم، ابوداؤد بحوالہ نماز مسنون ص ۵۵۸)

اس کے باقی احکام بھی قریب قریب وہی ہیں جو تحیۃ المسجد کے ہیں۔

تحیۃ المسجد:

جو شخص مسجد میں داخل ہوا، اسے دو رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے اس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں داخل ہو اسے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھ لے۔ ان کا نام تحیۃ المسجد ہے۔

اگر کوئی شخص ایسے وقت میں داخل ہو جس میں نماز مکروہ ہے۔ مثلاً طلوع فجر کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد تو اسے چاہئے کہ وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے، بلکہ تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جائے، یہی مشغولیت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہوگی، حق مسجد ادا ہو جائیگا۔

اگر کسی نے فرض یا سنت یا اور کوئی نماز مسجد میں آ کر پڑھ لی تو سنت یا فرض کے ضمن میں تحیۃ المسجد ادا ہو جائے گی فرض یا سنت کے ساتھ تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل

جائے گا گو اس نے تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔

مسئلہ: اگر بار بار مسجد میں جانے کا اتفاق ہو تو ایک دفعہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔(شامی بحوالہ نماز مسنون: ص ۵۵۹)

صلوٰۃ التسبیح:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فرمایا:

اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو ایک خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں)۔ وہ ایسا عمل ہے کہ جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادے گا۔

(۱) اگلے بھی اور (۲) پچھلے بھی (۳) پرانے بھی اور (۴) نئے بھی (۵) بھول چوک سے ہونے والے بھی اور (۶) دانستہ ہونے والے بھی (۷) صغیرہ بھی اور (۸) کبیرہ بھی (۹) ڈھکے چھپے اور (۱۰) علانیہ ہونے والے بھی (وہ عمل صلاۃ التسبیح ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ) آپ چار رکعت نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور دوسری کوئی سورۃ پڑھیں پھر جب آپ پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو جائیں تو قیام ہی کی حالت میں پندرہ دفعہ کہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

پھر اس کے بعد رکوع کریں اور رکوع میں بھی رکوع کی تسبیحات کے بعد یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں۔ پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں بھی ربنا لک الحمد کے بعد یہی کلمہ دس دفعہ کہیں پھر سجدہ میں چلے جائیں اور اس میں بھی سجدہ کی تسبیحات کے بعد یہ کلمہ دس دفعہ کہیں پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں یہی کلمہ دس دفعہ کہیں۔ پھر دوسرے سجدہ میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ کہیں پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں قیام سے پہلے دس مرتبہ پڑھیں (پھر دوسری رکعت میں بغیر تکبیر کہے قیام کے لئے کھڑے ہو جائیں) چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں اور اس ترتیب سے ہر رکعت میں یہ کلمہ پچھتر دفعہ کہیں۔

(میرے چچا) اگر آپ سے ہو سکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں۔ اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک دفعہ ہی پڑھ لیں۔ (سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، دعوات کبیر للبیہقی، معارف الحدیث بحوالہ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۲۲)

مسئلہ: صلوٰۃ التسبیح کے لئے کوئی دن رات یا کوئی وقت مقرر نہیں مکروہ اوقات کے علاوہ جب چاہے پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک نوافل کی جماعت مکروہ ہے، جبکہ مقتدی تین یا زیادہ ہوں یہی حکم صلوٰۃ التسبیح کا ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳، ص ۷۸)

25 رمضان المبارک

زکوٰۃ کی فضیلت اور مسائل

محترم سامعین! آج کی نشست میں زکوٰۃ کے سے متعلق گفتگو ہوگی۔زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور نماز کے بعد زکوٰۃ کا ہی درجہ ہے قرآن مجید میں ایمان کے بعد نماز اور اس کے جا بجا زکوٰۃ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔زکوٰۃ کے معنی پاک ہونا، بڑھنا اور نشو ونما پانا ہیں۔یہ فقہ کی اصطلاح میں مالی عبادت ہے۔

زکوٰۃ اس طرح کا کوئی ٹیکس نہیں جو حکومت شہریوں پر عائد کرتی ہے بلکہ یہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے اور اللہ کی بندگی اور اس عبادت کا شعار ہے۔شریعت نے اس کی تحصیل وتقسیم کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر عائد کی ہے تاکہ اس اجتماعی عبادت میں نظم اور باقاعدگی پیدا ہو۔لیکن جہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو وہاں مسلمان یا تو اپنا بیت المال قائم کریں یا اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر اپنے طور پر مستحقین پر مقررہ مدات میں زکوٰۃ خرچ کریں۔

وجہ تسمیہ زکوٰۃ وصدقہ

لفظ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلا ہے جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں اور زکوٰۃ کے معنی پاکی، نمو وترقی کے ہیں چونکہ زکوٰۃ انسان کے لئے بخل وگناہ وعذاب سے پاکی و رہائی وطہارت کی موجب اور ترقی مال وطہارت دل کا باعث ہے لہٰذا اس فعل کا نام زکوٰۃ ہوا، اسی طرف خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا

اور اس فعل کا نام صدقہ اس لئے ہوا کہ یہ فعل صدقہ دینے والے کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور اس کی قلبی حالت یعنی صدق وصفائی نیت کی یہ علامت ہے۔

زکوٰۃ کی کوتاہی سے مال کا خسارہ اور ہلاکت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مال نہ خشکی میں (زمین پر) اور نہ سمندر میں کشتی وجہاز سے) ہلاک وبرباد ہوتا ہے مگر زکوٰۃ کی کوتاہی اور نہ دینے سے۔(طبرانی، ترغیب جلد اول ص ۵۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مال میں زکوٰۃ کا مال مل جاتا ہے۔(زکوٰۃ ادا نہیں کی مال میں ملا لیا) تو وہ اس کے مال کو فاسد وبرباد اور ہلاک کر دیتا ہے۔(ایضا)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے جو عذاب ووبال آخرت کے ہیں وہ تو علیحدہ رہے دنیا میں بھی اس کا وبال یہ ہوتا ہے کہ وہ مال کے ضائع ہونے کا سبب بنتا ہے ایک حدیث میں اس حدیث شریف کے متعلق ایک قصہ بھی نقل کیا گیا ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں حطیم کے سایہ میں تشریف فرما تھے کسی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں گھرانے کا سامان سمندر کے کنارے پر پڑا تھا وہ ہلاک ہوگیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مال بر وبحر (خشکی ہو یا سمندر میں، مطلب یہ کہ ساری دنیا) میں اس کے بغیر ضائع نہیں ہوتا کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی ہو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کے ذریعے حفاظت کیا کرو۔اور اپنی بیماریوں کا صدقہ کے ذریعے علاج کیا کرو اور ناگہانی مصیبتوں کو دعاؤں کے ذریعہ ہٹایا کرو کہ دعا اس مصیبت کو ضائع کر دیتی ہے اور اس کو روک دیتی ہے جو ابھی تک نہ آئی ہو۔

اگر کوئی شخص بجائے اس کے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کر کے تقرب پیدا کرے اس کی زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کا اہم فریضہ ہے تو اس کی

نافرمانی میں کیا شک ہے اور ایسے شخص کو اپنے مال کے باقی رہنے کی زیادہ امید نہ رکھنی نہ چاہیے وہ خود اس کے ضائع ہونے کی تدبیر کر رہا ہے اگر اس کا مال بھی خدانخواستہ ضائع نہ ہوتو یہ اور بھی سخت خطرناک ہے اس صورت میں یہ کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہے (فضائل صدقات ص ۲۵۵)

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرطیں

زکوٰۃ صحیح طور پرادا ہونے کی چار شرطیں ہیں یہ شرطیں موجود ہوں گی تو زکوٰۃ ادا ہوگی ورنہ نہیں۔

۱۔ مسلمان ہونا ۲۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرنا

۳۔ مالک بنانا ۴۔ مقررہ مدوں میں خرچ کرنا۔

گویا زکوٰۃ نکالتے یا مستحق کو دیتے وقت یہ نیت وارادہ کرنا ضروری ہے کہ زکوٰۃ دی جارہی ہے لیکن جسے دی جارہی ہے اسے یہ جتانا ضروری نہیں بلکہ تحفہ یا انعام وغیرہ کہہ کربھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

دوسرے یہ بات بھی ضروری ہے کہ زکوٰۃ لینے والے کو مالک بنادیا جائے چاہے وہ مستحق زکوٰۃ خود ہو یا زکوٰۃ کی تحصیل وتقسیم کا ادارہ ہو۔زکوٰۃ صرف ان مدوں میں خرچ کی جائے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں ان کے سوا کسی مد میں زکوٰۃ خرچ کی گئی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

زکوٰۃ کس پر فرض ہے

زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں۔

۱۔ مسلمان ہونا۲۔ مالک نصاب ہونا۳۔ نصاب کا ضرورت اصلی سے زائد ہونا ۴۔ مقروض نہ ہونا ۵۔ مال پر پورا سال گزرنا۶۔ عاقل ہونا ۷۔ بالغ ہونا

مالک نصاب ہونے سے مراد اتنے مال کا مالک ہونا ہے جس پر شریعت نے زکوٰۃ واجب کردی ہے اور ضرورت اصلی سے مراد بنیادی ضروریات کھانا، پینا، لباس، رہنے کا مکان، پیشہ ور آدمی کے اوزار اور مشینیں وغیرہ۔سواری یعنی گھوڑا سائیکل، موٹر، گھر داری کا سامان، مطالعہ کی کتابیں۔ یہ سب چیزیں ضرورت اصلی میں شمار ہوں گی اور ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔مقروض نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنا قرض نہ ہو کہ اس کی ادائیگی کے بعد نصاب کی حدتک مال ہی نہ بچے۔

نصاب زکوٰۃ

اس کی تھوڑی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا ایک نصاب مقرر کیا ہے کہ اس نصاب سے کم اگر کوئی شخص مالک ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اگر اس نصاب کا مالک ہوگا تو زکوٰۃ فرض ہوگی وہ نصاب یہ ہے: ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا نقد روپیہ، یا زیور، یا سامان تجارت وغیرہ، جس شخص کے پاس یہ مال اتنی مقدار میں موجود ہو تو اس کو ’’صاحب نصاب‘‘ کہا جاتا ہے۔(آپ زکوۃ کس طرح ادا کریں، ص۲۴)

ہر ہر روپے پر سال گزرنا ضروری نہیں صرف اس نصاب پر ایک سال گزرنا چاہیے، یعنی ایک سال تک اگر کوئی شخص صاحب نصاب رہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس بارے میں عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے، کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ہر روپے پر مستقل پورا سال گزرجائے ،تب اس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے یہ بات درست نہیں، بلکہ جب ایک مرتبہ سال کے شروع میں ایک شخص صاحب نصاب بن جائے مثلاً فرض کریں کہ یکم رمضان کو اگر کوئی شخص صاحب نصاب بن گیا پھر آئندہ سال جب یکم رمضان آیا تو اس وقت بھی وہ صاحب نصاب ہے تو ایسے شخص کو صاحب نصاب سمجھا جائے گا، درمیان سال میں جو رقم آتی جاتی رہی اس کا کوئی اعتبار نہیں، بس یکم رمضان کو دیکھ لو کہ تمہارے پاس کتنی رقم موجود ہے اس رقم پر زکوۃ نکالی جائے گی، چاہے اس میں سے کچھ رقم صرف ایک دن پہلے ہی کیوں نہ آئی ہو۔(آپ زکوۃ کس طرح ادا کریں، ص ۲۰۰)

26 رمضان المبارک
مصارف زکوٰۃ اور زکوٰۃ کے مسائل

معزز سامعین ! کل کے درس میں زکوٰۃ کی فضیلت اور چند مسائل آپ کے سامنے ذکر کئے تھے آج ان شاء اللہ مستحقین زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ کا ذکر ہوگا اور چند اہم اور ضروری مسائل بھی بیان کروں گا اللہ پاک ہم سب کو شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن کریم میں مصارف زکوٰۃ بیان کئے گئے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فقیر: فقیر کسے کہتے ہیں؟

فقہاء کی اصطلاح میں فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس خود بھی کچھ مال ہو لیکن قدر نصاب سے کم ہو۔

(۲) مسکین: مسکین کسے کہتے ہیں؟

مسکین سے مراد وہ نیکو کار اور حاجت مند شخص ہے جو کسب معاش سے واقعی معذور ہو یعنی کمانے کی طاقت نہ رکھتا ہو، یعنی مسکین وہ شخص ہے جو باوجود حاجت مند ہونے کے شرم وحیاء کی وجہ سے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔

(۳) عاملین: یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہوں ان کی تنخواہیں وغیرہ زکوٰۃ کی رقم سے دی جاسکتی ہیں۔

(۴) زکوٰۃ کا چوتھا مصرف وہ لوگ ہیں جن کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔ جیسے نو مسلم ایسے لوگوں کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(۵) پانچواں مصرف غلاموں کی گردنوں کو قید غلامی سے آزاد کرانا ہے۔ یعنی زکوٰۃ کے روپے سے غلاموں کو بھی آزاد کرایا جاسکتا ہے۔ خواہ ان کو خرید کر آزاد کر دیا جائے یا اور کسی صورت سے مال صرف کر کے انہیں آزاد کرایا جائے۔

(۶) چھٹا مصرف قرض دار ہیں یعنی قرض داروں کا قرضہ ادا کرنے میں زکوٰۃ کے مال سے مدد دی جائے تاکہ ایک مسلمان بھائی قرضہ کی مصیبت سے نجات پائے۔

(۷) ساتواں مصرف مجاہدوں کی امداد ہے۔ جو لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں ان کے لئے ساز وسامان، ہتھیار اور ضروری مصارف زکوٰۃ کے مال سے مہیا کئے جائیں۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کسی نہ کسی طرح دین الٰہی کی خدمت کرتے ہیں۔ مثلاً دینی مدارس، مبلغین اسلام اور مصنفین وغیرہ۔ اسی میں طلباء بھی داخل ہیں جو دینی علم حاصل کرتے ہوں۔

(۸) آٹھواں مصرف مسافروں کی امداد ہے۔ یعنی زکوٰۃ کے مال میں سے مسافروں کا زادراہ اور ضروری سامان خورد ونوش دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مسافر اپنے وطن میں مالدار ہی ہو۔ مثلاً اگر کوئی مالدار شخص سفر میں بے خرچ ہو جائے تو زکوٰۃ کے روپے سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔

زکوٰۃ کے چند اہم مسائل

☆......زکوٰۃ دینے والے کے لئے دل سے زکوٰۃ کی نیت کافی ہے جس کو دے رہا ہے اس کو بتانا ضروری نہیں۔

☆......قرض مانگنے والے کو زکوٰۃ کی نیت سے دے دیا یا ہدیہ کہہ کر زکوٰۃ کی نیت کر لی تو یہ بھی درست ہے۔

☆......کسی پر قرض تھا وہ نہیں دے رہا ہے اس پر یہ سوچ لیا یا یہ نیت کر لی کہ وہ قرض زکوٰۃ میں منہا ہو گئی یا کٹ گئی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی بعض لوگ ایسا کر لیتے ہیں جو

کہ غلط ہے۔

☆......زکوٰۃ کی نیت اور ارادہ سے روپیہ دیا گیا ہو تب درست ہوگا اس کی زکوٰۃ ہوگی۔

☆......زیوروں میں جو قیمتی پتھر اور ہیرے موتی جڑے ہوئے ہوتے ہیں اگرچہ وہ بہت قیمتی اور گراں ہوتے ہیں مگر ان پر زکوٰۃ نہیں اسی طرح الگ سے بھی زینت کے طور پر رکھے ہوں تو ان پر نہ ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہے ہاں اگر تجارت کے لئے ہوں تو ایسی صورت میں ہیروں کی تجارت اور ان کے تاجروں پر زکوٰۃ ہے۔

☆......زکوٰۃ واجب ہونے میں چاند کے مہینہ کا اعتبار ہے۔ انگریزی تاریخ کا اعتبار نہیں۔ انگریزی تاریخ سے اس کا حساب لگانا خلاف شرع ہے۔

☆......چاند کے ماہ کے اعتبار سے پورا ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔

☆......نصاب سے کم مال ہو اور اس پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ مگر راہ خدا میں نکال دینا ثواب عظیم کا باعث ہے۔

☆......بچی کی شادی کے لئے روپیہ رکھا اور نصاب کی مقدار روپیہ جمع ہے اور اس جمع شدہ رقم پر سال گذر گیا جس کی ملکیت میں یہ روپیہ ہوگا اس کو زکوٰۃ نکالنا فرض ہوگا۔ خواہ یہ رقم زکوٰۃ و خیرات کے ذریعہ وصول کی گئی ہو۔ یا اور کسی طرح۔

☆......حج کے لئے روپیہ جمع کیا۔ نصاب کی مقدار ہو کر سال گزر گیا تو زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگئی۔

☆......کسی بھی ضرورت سے روپیہ رکھا بیماری کے علاج کے لئے، کفن دفن کے لئے رکھا، نصاب کی مقدار پائی گئی سال گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہوگئی۔

☆......خواہ گھر میں رکھا، یا بینک میں رکھا یا کسی کو قرض دیا، تجارت دوکانداری کے لئے دیا، تب بھی سال گزرنے پر زکوٰۃ نکالنی واجب ہوگی۔

☆......اگر روپیہ قرض دے دیا۔ تو اس قرض پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر ایسا مقروض ہے کہ دے گا نہیں یا امید و ظن ہے کہ یہ دینے والا نہیں ہے۔ تو پھر اب زکوٰۃ نہیں جب وصول ہو جائے تب مع گذشتہ کے زکوٰۃ دینی ہوگی۔ (الشامی ص ۳۰۵)

☆......عموماً عورتوں کے پاس زیور ہوتا ہے اور زیور نقد نہیں ہوتا تو روپیہ زکوٰۃ کے لئے الگ سے رہے یا نہ رہے عورت پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یا تو شوہر سے ادا کروائے یا اس سے زکوٰۃ کی رقم مانگ کر ادا کرے یا پھر اس زیور کو اس مقدار فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے، اکثر عورتیں اس میں کوتاہی کرتی ہیں۔ جس کی بہت سخت سزا ہے۔ بالغ بچی کے پاس جو زیور ہے، یا اس کی شادی کے لئے جو زیور خریدا گیا ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔ اگر بچی کو دے دیا گیا ہے مالک بنا دیا گیا ہے تو بچی پر زکوٰۃ ہے۔ ورنہ پھر جس کی رقم سے یہ زیور لے کر رکھا گیا ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہے۔

☆......ماں نے ارادہ کیا ہے کہ زیور بچی کی شادی میں دوں گی تو شادی سے پہلے اس کی زکوٰۃ ماں کے ذمہ رہے گی۔

☆......اگر مرد نے شادی میں زیور دیا ہے تو اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس نے بیوی کو ملکیۃً دیا ہے۔ تو بیوی کے زیور میں شامل ہو کر اس کی زکوٰۃ بیوی پر ہوگی۔ اور اس نے عاریۃً دیا ہے تو اس کی زکوٰۃ شوہر کے مال میں ملا کر نکالی جائے گی۔

☆......زکوٰۃ کی رقم اپنے والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، اولاد، پوتے، نواسے کو دینا جائز نہیں۔ بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، پھوپھی، خالہ، ماموں، خسر اور ساس اسی طرح سوتیلے ماں اور باپ کو دینا درست ہے۔ (طحطاوی ص ۳۹۳، الشامی ص ۳۴۶)

☆......جو نصاب کے برابر مال کا مالک نہ ہو، اگرچہ صحت مند ہو، اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (طحطاوی ص ۳۹۲، شامی)

☆......اگر نابالغ بچی کو زیور دیدیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے۔

27 رمضان المبارک

صدقۂ فطر کے احکام و مسائل

محترم سامعین ! عید الفطر کی آمد آمد ہے، اور لوگوں نے عید کی تیاریاں شروع کر دی ہیں، عید الفطر مسلمانوں کے لئے خوشی کا ایک اہم موقع ہے، اسلام نے اس خوشی میں فقراء، غرباء و مساکین کو شامل کرنے کے لئے صاحب استطاعت لوگوں پر صدقہ فطر کو واجب کیا ہے، جس کے ذریعے مسلم معاشرے کے معاشی لحاظ سے کمزور طبقے کو عید کی خوشیوں میں شامل ہونے کا موقع دیا گیا ہے۔

چنانچہ جو حدیث مبارکہ ابھی میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں سے ہر ایک غلام اور آزاد مرد اور عورت پر، چھوٹے اور بڑے پر زکوٰۃ فطر (یعنی صدقہ فطر) کے طور پر ایک صاع جو فرض قرار دیا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کے بارے میں یہ بھی حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے دیدیا جائے۔

صدقہ فطر مسلمانوں کی آپس کی ہمدردی کا کم سے کم حصہ ہے، اگر مالدار اتنا بھی فقیروں کو نہیں دیتے تو ان پر خدائی قہر اترتا ہے، ان کی کمائیوں کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ایسی الجھنیں لگا دیتا ہے کہ صدقۂ فطر سے کہیں زیادہ پیسہ برباد ہو جاتا ہے اور کسی غریب کے ایک دن کے رونے کی پرواہ نہ کرنے کی سزا میں اللہ تعالیٰ کبھی کبھی برسوں تک رلاتا ہے، جب مالدار لوگ خوشی میں غریبوں کو شریک نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے مالداروں کو بھی پریشانی اور تکلیف میں شریک کر کے برابر کر دیتا ہے، پھر اس کو غریبوں کے آنسوؤں اور ہچکیوں کا احساس ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کے خصوصی اعمال میں سب سے آخری اور بہترین عمل صدقۂ فطر ہے، اس لئے کہ اس میں خیر و بھلائی کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کی خیر منانا اور اپنی اولاد کی خیر و بھلائی کیساتھ ساتھ مسلمان فقراء مساکین، طلباء، علماء، صلحاء کو بھی اپنی عید کی خوشیوں میں شریک کرنا اور ان کی مشکلات کے حل کے بارے میں فکر کرنا عظیم عبادت ہے، اور سب سے بڑھ کر درجہ یہ کہ اللہ کے حکم کی تعمیل ہے۔

وجہ تسمیہ:

صدقۂ فطر کے بہت سارے نام اور وجوہ تسمیہ علماء نے نقل کی ہیں۔ چونکہ روایات میں مختلف الفاظ وارد ہیں، اُنہی کے اعتبار سے نام بھی مختلف ہو گئے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ صدقۃ الفطر ۲۔ زکوٰۃ الفطر ۳۔ زکوٰۃ رمضان ۴۔ زکوٰۃ الصوم

۵۔ صدقۃ الصوم ۶۔ صدقۂ رمضان ۷۔ صدقۃ الرؤس ۸۔ زکوٰۃ الابدان

ان میں سے صدقۂ فطر اور زکوٰۃ الفطر، دونوں کا مطلب قریب قریب ہے، وہ یہ کہ اللہ رب العزت نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں رمضان المبارک کے روزوں کے رکھنے کی توفیق دی، اب ہم جب افطار کو پہنچے تو یہ افطار، عید الفطر کا صدقۂ شکریہ ہے۔

زکاۃ رمضان اور صدقۂ رمضان ان دونوں کا مطلب بھی تقریباً ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ رمضان کی قدردانی میں اگر کمی ہوئی ہو تو یہ صدقہ اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور یا یہ کہ رمضان المبارک کے مہینہ کو خیریت کے ساتھ گذارنے پر شکریہ کے طور پر صدقہ ہے۔

زکاۃ الصوم اور صدقۃ الصوم ان دونوں کا مطلب بھی قریب قریب ہے، وہ یہ کہ روزوں کے رکھنے میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں، یہ ان کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور یا یہ کہ رمضان المبارک میں عزت وعظمت کے ساتھ روزے رکھنے کی توفیق عطاء ہوئی تو ان کے لئے شکریہ کے طور پر صدقہ ہے۔

اور صدقۃ الرؤس اور زکوٰۃ الابدان، ان دونوں کا مطلب بھی قریب قریب ہے۔ وہ یہ کہ (سر کا صدقہ) جیسا کہ مال پر زکاۃ ہے چالیسواں حصہ، زمین کی پیداوار پر عشر ہے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ سال میں ایک مرتبہ، تو انسانوں کے رؤس ابدان پر بھی سال میں ایک مرتبہ زکاۃ لازمی ہے، اور وہ اس کو ادا کرے کیونکہ اولاد بھی اللہ کی نعمت ہے، جیسے مال اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے۔

یا یہ کہ ایک سال سے دوسرے سال یا ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اللہ تعالیٰ نے جو فضل واحسان فرمایا، ایک گھرانے پر صحت کے ساتھ، عزت کے ساتھ، عظمت کے ساتھ، اس رمضان سے اگلے رمضان تک پہنچادیا تو یہ بھی اللہ کی نعمت ہے۔ تو شکرانے کے طور پر یہ صدقہ ادا کیا جاتا ہے تاکہ اللہ رب العزت آئندہ مزید مصائب ومشکلات سے حفاظت فرمائے۔ (مقالات رمضان ۲۵۸)

جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں، لیکن قرض اور ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال یا اسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا مال اور سامان ہے تو اس پر عیدالفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہے، چاہے وہ تجارت کا مال نہ ہو، چاہے اس پر سال گذر چکا ہو یا نہ گذرا ہو، اس صدقہ کو صدقۃ الفطر کہتے ہیں، ہر صاحب نصاب شخص پر اپنی طرف سے اور ہر اس شخص کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری ہے، جن پر اسے سرپرستی حاصل ہو، مثلاً نابالغ اولاد، خدمت کے غلام وغیرہ۔ (ہندیہ ج ۱/۱۹۱، ۱۹۳)

مسئلہ: صدقہ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے، لہٰذا جہاں جہاں زکوٰۃ دینا جائز نہیں وہاں صدقہ فطر دینا بھی جائز نہیں اور جہاں جہاں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے وہاں صدقۃ فطر دینا بھی جائز ہے۔ (ہندیہ ۱/۱۹۴)

مسئلہ: صدقہ فطر میں بہتر یہ ہے کہ نقدی سے ادا کیا جائے تاکہ مستحقین اپنی ضرورت پوری کرسکیں، اگرچہ کھجور، کشمش، گندم، جو، آٹا وغیرہ بھی صدقہ فطر میں دیا جاسکتا ہے۔ (ہندیہ ۱/۱۹۲)

مسئلہ: صدقہ فطر کی مقدار تین کلو جو یا تین کلو کشمش، یا تین کلو کھجور یا پونے دو کلو گندم یا دو کلو آٹا ہے، لیکن اگر قیمت دینی ہے تو پھر مارکیٹ سے ان اشیاء کی قیمت معلوم کر کے مذکورہ اشیاء میں سے جس چیز کی قیمت دی جائے، صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی ص ۷۲۴ بحوالہ دروس رمضان)

مسئلہ: عید کے دن فجر کا وقت داخل ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے، البتہ اگر کوئی شخص فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ: عیدالفطر کے دن نماز عید کے لئے عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے۔

مسئلہ: اگر کسی نے صدقۂ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں ادا کر دیا تب بھی جائز ہے، ادا ہو جائے گا۔ (ہندیہ)

مسئلہ: اگر کسی نے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے عید کے دن نماز عید سے قبل صدقہ فطر ادا نہ کیا تو معاف نہ ہوگا، اس کے بعد جب موقع ملے تو جلد از جلد ادا کرنا چاہئے۔

مسئلہ: جو بچہ عید والے دن صبح صادق سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ فطر ادا کیا جائے اور جو صبح صادق کے بعد پیدا ہو اس کا صدقہ فطر نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ایک آدمی کا صدقہ فطر تقسیم کر کے متفرق مسکینوں کو دینا جائز ہے۔

مسئلہ: کئی افراد کا صدقہ فطر ایک مسکین کو دیا جاسکتا ہے۔

28 رمضان المبارک

توبہ کی اہمیت

رمضان المبارک اکثر گذر چکا ہے اور چند دن باقی رہ گئے ہیں، ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اس بددعا پر کہ ''ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جس نے ماہ رمضان المبارک کا مہینہ پایا مگر اللہ سے اپنی مغفرت نہ کرا سکا'' آمین کہی۔

میرے بھائیو! اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں اللہ کی رحمت سے محرومی بہت بڑی محرومی ہے، مغفرت سے محرومی بہت بڑی خیر سے محرومی ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنے تمام گناہوں کی صدق دل کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگیں اور توبہ کریں، کیونکہ توبہ ہی زندگی کے رخ کو موڑ کر سیدھے راستے پر استوار کر دیتی ہے، جس نے توبہ کر لی وہ دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت سے نوازا گیا، اس سے سابقہ گناہ معاف ہو گئے، توبہ سکون قلب ہے، توبہ ماضی کی بے اعتدالیوں کا تدارک ہے، اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

توبہ کا مطلب:

توبہ کے لغوی معنی ہیں لوٹنے اور رجوع کرنے کے، لیکن اصطلاح شرع میں توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے اطاعت کی طرف لوٹے اور اطاعت یہ ہے کہ انسان اپنی عملی زندگی میں احکامات الٰہیہ جو ہمارے سامنے شریعت اسلامیہ کی صورت میں موجود ہیں کی تعمیل کرے اور نافرمانی کو ترک کرے۔

توبہ اصل میں گناہ نہ کرنے کا ایک میثاق ہے، جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے، اور سابقہ گناہوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرتا ہے، لہٰذا گناہوں سے بچنے کے لئے انسان اللہ سے جو وعدہ کرے گا وہ وعدہ توبہ کہلائے گا۔

حدیث شریف ہے: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جب بندہ گناہ کا اقرار کر لے پھر توبہ کرے تو اللہ جل شانہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ''

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

محترم دوستو! اللہ پاک نے ایمان والوں کو توبة نصوحاً کا حکم دیا ہے، آیئے! ذرا غور کریں۔ توبة نصوحا کیا ہے؟

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: ''تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا'' اللہ کی طرف سچی توبہ کرو۔

مومنین کو توبۃ النصوح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نصوح، خلوص اور سچائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ توبۃ النصوح کے بارے میں حضرت کعبؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توبۃ النصوح کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو، پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کر اور آئندہ اس فعل کا کبھی ارتکاب نہ کر۔ حضرت عمرؓ نے توبۃ النصوح کے بارے میں یہ بیان کیا کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار بلکہ اس کے ارتکاب کا ارادہ بھی نہ کرے۔

سچی توبہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ استغفار کے الفاظ دہراتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ جھوٹی توبہ ہے۔اس نے پوچھا، پھر سچی توبہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:اس کے لئے چھ چیزیں ضروری ہیں:

۱۔جو کچھ ہو چکا،اس پر نادم ہو۔

۲۔اپنے جن فرائض سے غفلت برتی ہوان کو ادا کرو

۳۔جس کا حق مارا ہو اس کو ادا کرو۔

۴۔جس کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگو۔

۵۔آئندہ اعادہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلو۔

۶۔اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اتنا محو کردو جس طرح کہ تم نے اب تک اسے معصیت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزہ چکھاؤ جس طرح اب تک تم اسے معصیتوں کی حلاوت کا مزہ چکھاتے رہے۔

حصول نجات کا پہلا قدم: توبہ

دین و دنیا میں فلاح اور آخرت میں حصولِ نجات کا پہلا قدم اور آخری سہارا توبہ ہے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ انسان اللہ کے حضور اپنی غلطیوں اور گناہوں پر معافی مانگتا رہے۔چونکہ گناہ اور نافرمانی انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔جو سراسر خسارے کا سودا ہے۔اس کے برعکس اطاعت اور ترک گناہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔توبہ اطاعت کی طرف مائل کرتی ہے اور ترکِ گناہ کی ترغیب دیتی ہے۔اسی لئے تو اللہ کا حکم ہے کہ خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ہوس کو چھوڑ کر میری طرف لوٹو۔اور امید رکھو کہ آخرت میں میرے پاس مراد پاؤ گے۔ہمیشہ رہنے والے گھر میں میری نعمتوں کے اندر رہو گے،فلاح اور نجات سے ہمکنار ہو کر جنت میں رہو گے جو نیک لوگوں کے لئے ہے۔

دین و دنیا میں حصولِ نجات کے راستے میں انسان کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ انسان کا اپنا نفس اور شیطان ہے اور یہ دونوں انسان کے ازلی دشمن ہیں،انسانی نفس خواہشات کا طالب ہے،لہٰذا یہ انسان کو آخری دم تک طالبِ دنیا بنائے رکھتا ہے اور شیطان انسان کو راہ حق سے گمراہ کرنے کے درپے رہتا ہے۔اس لئے یہ دونوں دشمن انسان کو گناہوں میں مبتلا کرنے کے لئے پیش پیش ہیں اور ان دونوں سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ توبہ اور استغفار ہے۔

قبولِ توبہ

توبہ کرنے کے بعد تائب کے ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ کیا اس کی توبہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئی ہے یا نہیں؟ اس کا صحیح جواب اللہ تعالیٰ خواب یا مراقبہ کی حالت میں تائب کو دیدیتا ہے اور بعد میں انسانی دل میں اس قسم کی نیکی کی طرف مائل کرنے والے جذبات اور خیالات پیدا ہوتے ہیں،جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگئی ہے،یا توبہ کے بعد روحانی فضل کے آغاز سے بھی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ بارگاہ ایزدی میں توبہ قبول ہوگئی ہے،بہرکیف اگر توبہ سابقہ بیان کردہ شرائط کے مطابق ہوگی اور سچے دل سے ہوگی تو ضرور قبول ہوگی۔

توبہ کا اصل تعلق انسانی دل سے ہے،جس کو یہ معرفت حاصل ہوجائے کہ دل کی کیا حقیقت ہے،جسم سے اس کا تعلق کیا ہے اور اللہ سے اس کی کیا نسبت ہے،تو ایسا دل توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور دل ہی توبہ کے ذریعے عبد اور معبود کے درمیان حجاب کو دور کرتا ہے۔دل ایک ایسا آئینہ ہے کہ اگر وہ گناہوں اور خطاؤں کے زنگار سے پاک صاف ہو تو اللہ تعالیٰ کے نور کی آماجگاہ ہے،لیکن اگر آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو یہ گناہ آئینہ دل کو گندا کردیتا ہے،مگر انسان کی عبادات اور نیکیاں نور بن کر دل کی ظلمت اور تاریکی کو ختم کردیتی ہیں اور جب بھی ظلمت کا غلبہ ہونے لگے تو توبہ ایک ایسی عبادت کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے،جس سے دل کی ظلمت ختم ہوجاتی ہے اور دل از سر نو پاک صاف ہوجاتا ہے۔

دل کی پاکی سے دل میں ایک ایسا نور پیدا ہوجاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ انسان کی باطنی نگاہ کو کھول دیتا ہے اور پھر اس کو توبہ قبول ہونے کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ سے پتہ چل جاتا ہے۔

باقی اللہ کی رحمت ایسی وسعت والی ہے کہ اگر کوئی انسان سچے دل سے توبہ کر جائے تو اس توبہ کو اللہ تعالیٰ ضرور شرفِ قبولیت بخشتے ہیں، مگر قبولیتِ توبہ کے بارے میں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ توبہ کر کے برائیوں کو عملی طور پر ترک کر دینا چاہیئے۔ رزق حلال کمانا اور رزق حلال کھانا بھی جزو لازم ہے، اگر توبہ کر کے ساتھ ساتھ برائی بھی جاری رکھی جائے تو توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی، خواہ زبان سے انسان لفظِ توبہ جتنی مرتبہ چاہے کہتا جائے کہ اللہ میں توبہ کی، ناقص توبہ قبول نہ ہوگی۔

کن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی

توبہ ہر شخص کی قبول ہوجاتی ہے، لیکن بنیادی شرط صاحب ایمان ہونا لازمی ہے، لہٰذا جو حضرات اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیروکار ہو کر مر جائیں، ان کی توبہ قبول نہیں، چنانچہ جو شخص ایک مرتبہ ایمان لے آئے، اور پھر مرتد ہوجائے اور کفر میں بڑھ جائے تو اس کی توبہ قبول نہیں۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بعد کفر کرنے والوں اور پھر اس کفر پر مرنے والوں کو ڈرایا ہے کہ موت کے وقت تمہاری توبہ قبول نہ ہوگی، لہٰذا جو ایمان سے نکل کر راہ حق سے بھٹک جائیں اور اس حالت میں مر جائیں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

میرے محترم دوستو اور بھائیو!

ہم میں سے ہر شخص توبہ کرے، اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی معافی مانگے اور اہل حقوق کے حقوق ادا کرے۔

کوئی مسلمان بھائی بھی ایسا نہ رہے کہ توبہ کئے بغیر اس پر ماہ رمضان گذر جائے اور جس نے توبہ کر لی ان شاء اللہ یقین کامل ہے کہ یہ ماہ مبارک اللہ کے ہاں اس کی بخشش اور مغفرت کا پروانہ لے کر جائے گا، توبہ کرنے والے کی توبہ کو اللہ پاک ضرور قبول فرماتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو ہمیشہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

29 رمضان المبارک

برکات رمضان کی حفاظت

محترم سامعین! اللہ جل شانہ کا بے حد احسان ہے اور اس کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں یہ بابرکت مہینہ عطا فرمایا، اب یہ مبارک مہینہ اختتام کو پہنچنے والا ہے، مگر جو دن اور رات اور جو گھڑیاں باقی ہیں، وہ انتہائی قیمتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ لِتُکْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے ہم نے اس مہینے کے روزے تم پر فرض کئے ہیں تاکہ تم اس کی گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔

میرے بھائیو! ہمیں تو حکم دیا گیا کہ رمضان میں روزے رکھو اور روزوں کی گنتی پوری کرو یعنی پورے مہینے کے روزے رکھو، ہم انتہائی کمزور اور عاجز انسان ہیں، روزے کے شایان شان تو ہم اس کے آداب بجا نہیں لاسکے، ہم محض گنتی پوری کررہے ہیں، اللہ جل شانہ بڑی کریم ورحیم ذات ہے، وہ اسی میں برکت ڈال دے اور ہماری اس ٹوٹی پھوٹی عبادت کو قبول فرمالے۔

اور اس ماہ مبارک میں ہم سے جو کوتاہیاں ہوئیں، جو بے ادبیاں ہوئیں، ان پر ہم اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں اور قاعدہ یہ ہے کہ چھوٹے گناہ تو بعض اعمال کی بدولت معاف ہوتے رہتے ہیں مثلاً وضو کرنے کے نتیجے میں معاف ہوگئے، نماز پڑھی تو گناہ معاف ہوگئے، روزہ رکھا تو معاف ہوگئے، لیکن بڑے گناہوں کے لئے توبہ ضروری ہے۔

کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب بارگاہ رب ذوالجلال میں توبہ کریں۔

مسلمانو! ایک نورانی اور خدائی مہمان ہمارے سب کے گھروں میں تشریف لایا ہوا ہے، جس کی وجہ سے رحمت کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ دوزخ کے دروازے بند تھے، شیاطین مقید تھے۔فسق وفجور قریب قریب ختم تھا، اب وہ مہمان عزیز ہم سب کو داغ مفارقت دیکر رخصت ہونا چاہتا ہے۔ اور اپنے خدا کے پاس جاکر ہمارے احوال بتائے گا۔ آج ہر نفس کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ اس نے اس مہمانِ خدا کی قدر ومنزلت کو پہچانا ہے اور اس کی عزت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور وہ مہمان اس سے راضی ہوکر واپس جارہا ہے۔ رب کریم کے پاس جاکر سفارش کرے گا تو ایسے شخص کیلئے اس سے بڑھ کر اور کونسی خوش قسمتی ہوسکتی ہے یا اس نے خدائی مہمان کا پورا احترام نہیں کیا، آج وہ اس سے ناراض ہوکر دربار خدا میں جاکر اس کی شکایت کرے گا، اگر اس نے شکایت کردی تو بتاؤ اس سے بڑھ کر اور کونسی بدقسمتی ہوگی۔

حضرات! رمضان پاک جہاں کثیر رحمتوں کے دریا ساتھ لایا ہے وہاں ایک ضابطۂ حیات بھی ایمانداروں کے لئے اپنے ساتھ لایا ہے۔ جو شخص اس ضابطہ پر عمل کرے گا تو دونوں جہانوں کی کامرانیاں اس کے ہمکنار رہوں گی۔

ضابطہ کی تشریح:

جب سے رمضان مبارک کا چاند طلوع ہوا تو مسلمان کے عملی پروگرام میں انقلاب پیدا ہوگیا۔ اور حسب ذیل اعمال میں تبدیلی واقع ہوئی۔ ۱۔ کثرت نماز ۲۔ کثرت تلاوت ۳۔ پیٹ کو کھانے پینے سے بچانا ۴۔ اور سارا دن خواہش نفسانی سے یعنی جماع سے اپنے آپ کو روکنا۔

کثرت نماز: نماز میں تبدیلی یوں ہوئی کہ رمضان پاک میں علاوہ فرائض پنجگانہ کے بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہے گویا نماز کی رکعتوں میں پہلے کی نسبت کثرت پیدا ہوگئی، رمضان پاک نے مسلمانوں کو پورا ایک مہینہ نماز پنجگانہ کے علاوہ بیس رکعت نماز پڑھاتا رہا اور بلاناغہ پڑھائیں تاکہ اہل ایمان کو نماز پڑھنے کی پوری پوری مشق ہوجائے اور اس پر نماز پڑھنا دشوار اور ثقیل نہ گذرے تو اس سے رمضان نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ مسلمانو! اگر تم میری حاضری میں اتنی کثیر رکعتیں نماز پڑھتے رہے تو جب میں رخصت ہوجاؤں تو تم اور نہیں تو کم از کم نماز پنجگانہ سارا سال پڑھتے رہنا۔مگر ہماری بدقسمتی کہ ادھر رمضان مبارک نے الوداع کہا تو ادھر مسلمانوں نے نماز کو بلکہ مسجد کو الوداع کہہ دیا کہ پھر بھول کر بھی مسجد میں داخل نہیں ہوتے۔

مسلمانو! خبردار ہوجاؤ، ہوشیار ہوجاؤ! اور دل کے کانوں سے سنو! نماز دین اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے مسلمان اور کافر میں امتیاز ہوتا ہے۔اور نماز ہی کفر اور اسلام میں فرق ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَقِیۡمُوۡا الصَّلَاۃَ وَ لَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ

نماز قائم کرو مشرکوں سے نہ بنو۔

ہمارے رب کریم کو معلوم تھا کہ بندے نماز میں سست ہوجائینگے اور غفلت سے کام لینگے۔اس لئے ان کو ہوشیار کرنے کیلئے سات سو مرتبہ نماز کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا۔حالانکہ بندہ کو اپنے مولا و مالک کا ایک دفعہ ہی حکم کرنا کافی ہوتا ہے۔اسی طرح رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تاکید کیلئے کبھی اسے بنائے اسلام فرمایا اور کبھی عماد الدین یعنی ستون دین بتایا۔فرمایا: اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیۡنِ فَمَنۡ اَقَامَھَا فَقَدۡ اَقَامَ الدِّیۡنَ وَمَنۡ ھَدَمَھَا فَقَدۡ ھَدَمَ الدِّیۡنَ (منیۃ المصلی)

بھائیو! ہم سب جانتے ہیں کہ انسان سے غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں ہم میں سے کوئی بھی ایسا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے اللہ کے احکام کی تعمیل جیسی کہ کرنا چاہئے تھی کردی، ہم سب خطاکار ہیں، ہم سے کوتاہیاں بھی ہوئی ہیں، روزوں میں ایسے کام بھی ہم سے ہوگئے ہیں، جو روزے کی حالت میں مناسب نہیں تھے، پھر ہم نے ان برکت کے ایام سے جیسا کچھ فائدہ اٹھانا چاہئے تھا ویسا فائدہ بھی نہیں اٹھایا ہے، ہم میں سے ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جن کے روزوں میں کمی رہ گئی جو نمازوں کا اہتمام ٹھیک ٹھیک نہیں کرسکے اور مجھے تو نہایت دکھ اور افسوس کیساتھ یہ کہنا بھی پڑتا ہے کہ ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس مہینے کی برکتوں سے محروم رہ گئے، جنھوں نے موسم بہار کو پایا، لیکن وہ اس سے فائدہ نہ اٹھاسکے، آج ان کے دامن میں ایک پھول بھی نہیں ہے، وہ جیسے خالی ہاتھ پہلے تھے۔ویسے ہی اب بھی ہیں۔

تجدید عہد کا دن

بہرحال آج کا دن ملامت کرنے کا دن نہیں ہے، البتہ آج کا دن توبہ واستغفار کرنے کا ہے، اللہ تعالیٰ کا دامن رحمت بہت وسیع ہے، بندہ جس وقت بھی پلٹنا چاہے تو وہ اُس کی آغوش رحمت کو کھلا ہوا پائے گا۔آج ہمارے لئے استغفار کا دن ہے، اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہنے کا دن ہے، آئندہ کے لئے عزم اور ارادے کا دن ہے، ہمیں محسوس کرنا چاہئے کہ اللہ کے فضل سے ہم ابھی زندہ ہیں، ہمارے لئے عمل کی مہلت باقی ہے، حالانکہ اگر ہم یاد کریں تو ہمیں اپنے ایسے سینکڑوں شناسا اور ملنے جلنے والوں کے نام یاد آسکتے ہیں جو اَب سے پہلے رمضان میں ہمارے ساتھ تھے، لیکن اُن کی مہلت عمل ختم ہوگئی وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے اور وہ اب ہمارے ساتھ نہیں ہیں، بس ایسا ہی ایک دن ہمارے لئے بھی مقرر ہے، ہم تیزی کے ساتھ اپنی اِس منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اُس کی مہلت عمل کب ختم ہوجائے گی۔یہی وجہ ہے کہ ہمیں توبہ واستغفار کی طرف فوراً توجہ دینا چاہئے۔ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا چاہئے۔اپنی کوتاہیوں کو محسوس کرنا چاہئے۔اپنی غفلتوں کو دور کرنا چاہئے اور آج اپنے رب سے معافی مانگتے ہوئے اور آج اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے اس سے نیکی کی توفیق طلب کرنا چاہئے اور یہ اقرار کرنا چاہئے کہ اب ہماری زندگی کا رُخ دوسرا ہوگا۔ہم جانتے بوجھتے اس کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کریں گے۔زندگی میں کوئی ایسی روش اختیار نہیں کریں گے جو اُسے ناپسند ہو۔ہماری ساری اطاعتیں اسی کے لئے ہوں گی، ہم صرف اس کے وفادار بن کر رہیں گے۔اُس کی اطاعت سے منہ موڑ کر ہم نہ اپنے نفس کی پیروی کریں گے اور نہ اپنے رسم ورواج کی ہم صرف اس کا بندہ بن کر رہیں گے۔اس کے علاوہ کسی کی بندگی اور غلامی اختیار نہیں کریں گے۔

برکات کی حفاظت:

محترم سامعین! اللہ کا تقویٰ تمام نیکیوں کی بنیاد ہے، جس بندے کو ہر آن یہ خیال لگا رہے کہ کہیں اس سے کوئی ایسا کام نہ ہوجائے جس سے اس کا مالک ناخوش ہوتا ہےاور جسے ہروقت یہ فکر لگی رہے کہ میں اپنے مالک کی نافرمانی سے بچوں اوراسے زیادہ سے زیادہ خوش کرسکوں وہ بڑا مبارک بندہ ہے، ہم سب نے اللہ کی بندگی کا اقرار کیا ہے، ہم سب اسی کواپنا آقا اور مالک تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے لئے سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ ہم اُس کی ناخوشی سے بچیں اوراس کے احکام کی پوری پوری اطاعت کرتے ہوئے زندگی بسر کریں، یہی تقویٰ ساری نیکیوں کی بنیاد ہے، یہی شرط ایمان ہے، یہی ہماری تمام مشکلات کا صحیح حل ہے، یہی وہ علاج ہے جس سے سارے فساد دور ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تقویٰ کی اسی کیفیت کو بڑھانے کے لئے رمضان المبارک کے روزے ہم پر فرض کئے۔اب جن لوگوں نے روزے ان ضروری شرائط کے ساتھ رکھے جو روزے کے لئے بتائی گئی ہیں تو یقیناً ان کے اندر تقویٰ کی کیفیت پیدا ہوئی اور وہ اب پہلے کے مقابلے میں نیکی کے راستے پر چلنے کی زیادہ ہمت اپنے اندر پائیں گے۔رمضان کا پورا مہینہ تربیت کا مہینہ تھا اس میں آپ کو نیکی کی راہ پر چلنے کی مشق کرائی گئی۔خدا کے احکام کی اطاعت کرنے کی مشق کرائی گئی۔اللہ کی راہ میں تکلیفیں اٹھانے اور اپنی خواہشات اور دل چسپیوں کی قربانی کرنے کی مشق کرائی گئی۔اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ نے اس مشق سے جو فائدہ اٹھایا ہے اُسے اپنے آنے والے گیارہ مہینوں میں باقی رکھنے کی کوشش کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پھر ایک بار اپنی نعمت سے نوازے۔

لیکن یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب آپ زندگی کے تمام کاموں میں اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا اہتمام کریں۔آپ جانتے ہیں کہ مومن کی پوری زندگی عبادت ہے ،بشرطیکہ وہ زندگی کا ہر کام خدائی ہدایت کے مطابق انجام دے اور کسی معاملے میں جانتے بوجھتے خدا کی نافرمانی نہ کرے۔یہ اللہ کا بے حد وحساب فضل ہے کہ اُس نے ہمیں اس دین کی نعمت سے نوازا جو انسانی زندگی کو دین ودنیا کے دوخانوں میں تقسیم نہیں کرتا بلکہ جو انسان کی پوری زندگی کو دین ہی کے دائرے میں رکھنا چاہتا ہے۔یہ اللہ کا احسان ہی تو ہے کہ جس طرح اُس نے نماز روزے اورحج وزکوٰۃ کا اجر دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔اسی طرح اُس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ہم اپنی روزی اس طرح کمائیں کہ خدا کے بتائے ہوئے حلال وحرام کا دھیان رکھیں، کسی کا کوئی حق تلف نہ کریں اور کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف نہ کریں۔تو وہ ہمیں بھی اس پر اجر دے گا، یہاں تک کہ بیوی بچوں کے ساتھ تعلقات رکھنا، اجتماعی کاموں میں ہاتھ بٹانا، ملک کا نظم ونسق چلانا، غرض یہ کہ وہ سارے کام جنہیں عام طور پر دنیا داری کہا جاتا ہے وہ سب ہمارے لئے اجر وثواب کا موجب بن سکتے ہیں، اگر ہم ہر قدم پر خدائی ہدایات یاد رکھیں اور ہمارا اہم کام خدا کی خوشنودی اوراس کی رضا کے لئے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے، جس کا شکر ہم ادا نہیں کرسکتے، جولوگ اس نعمت سے محروم ہیں وہ یا تو دنیا کے سارے معاملات کو شیطانوں کے حوالے کرکے خود اپنے نزدیک اللہ کی عبادت میں لگ جاتے ہیں۔ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری رہنمائی کے لئے اپنی کتاب نازل فرمائی، اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی، اوراللہ کے فضل سے یہ مشعل ہدایت آج بھی ہمارے پاس موجود ہے، ہم سب اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔اورعہد کرتے ہیں کہ پوری زندگی اللہ کی فرمانبرداری میں گذاریں گے۔اللہ پاک ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

30 رمضان المبارک
عیدالفطر کے احکام ومسائل
عید کے آداب اور مسنون اعمال

محترم سامعین! آج کے اس درس میں عیدالفطر کا پس منظر، اس کے آداب اور مسنون اعمال بیان کئے جاتے ہیں۔

عید کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسۡمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی

تحقیق کامیاب ہے وہ شخص جس نے صدقۂ (فطر) ادا کیا اور اپنے رب کو یاد کیا (یعنی تکبیرات تشریق پڑھیں) اور نماز (عید) پڑھی۔

رہنمائے اعظم محسن انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

اِنَّ لِکُلِّ قَوۡمٍ عِیۡدًا وَ ھٰذَا عِیۡدُنَا وَ فِیۡ رِوَایَۃٍ اِنَّ اَوَّلَ مَا تَبۡدَأُ مِنۡ یَوۡمِنَا ھٰذَا اَنۡ نُّصَلِّیَ

فرمایا کہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز عید پڑھیں۔

رمضان المبارک کے اختتام پر ہم نماز عیدالفطر ادا کرنے کے سلسلے میں اکٹھے ہوجاتے ہیں، حق سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد پر غور کرکے اسلام کی جامعیت کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ خوشی میں بھی اس ذات نے اپنے دربار کی حاضری کا پابند بنادیا اور نماز عید واجب قرار پائی تاکہ کہیں اپنی خوشیوں میں مسرتوں میں اپنے رب کریم کو بھول نہ جائیں اور اس طرح خوشی بھی عبادت ہوجائے۔

جس طرح مسلمان کے فوت ہونے کے بعد نماز جنازہ واجب ٹھہری تاکہ دکھ اور غم میں بھی مالک حقیقی یاد رہے اور غم بھی عبادت بن جائے اور عید کا اصل مطلب بھی یہ ہے کہ اظہار مسرت کے ساتھ تقسیم مال کا بھی حکم ہے، رب کی حمد وثناء کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنے کا بھی حکم ہے جس کا حاصل شکر یہ ہے۔

اور اس دن صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا اور ادائیگی کا ہمیں صرف اختیار نہیں دیا بلکہ واجب قرار دیا اور اس کا تعین بھی کردیا اور اظہار مسرت کی ہیئت اور حد بھی مقرر کردی ورنہ باجے بجتے، فحاشیاں ہوتی اور دوسرے خرافات بھی کئے جاتے، اور اس کی صورت بھی متعین کردی کہ غسل کرنا، اچھا کپڑا پہننا، عطر لگانا، صدقۂ فطر ادا کرنا اور نماز پڑھنا۔

تو ثابت ہوگیا کہ عید ایک جشن ہے اور جشن میں حقیقی خوشی اس کے لئے ہے جس نے اپنے رب کو راضی کرلیا۔ اور جس نے اس کریم ذات کو خوش نہ کیا اس کی کیا عید اور کیا خوشی۔

عید کے دن کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ بندوں کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے

میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جو اپنا کام پورا کردے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ایسے مزدور کا بدلہ یہ ہے کہ اس کی مزدوری پوری دے دی جائے۔حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! یہ میرے بندے اور بندیاں انہوں نے میرے فریضے کو پورا کردیا۔ پھر فریاد کرتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکل آئے ہیں۔ میری عزت، میرے جلال، میرے کرم، میری بلند شان اور میرے عالی مقام کی قسم میں ان کی دعاء کو ضرور قبول کروں گا پھر حق تعالیٰ فرماتے ہیں جاؤ! میں نے تمہیں معاف کردیا ہے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان (عیدگاہ سے) اس حالت میں واپس ہوتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (بیہقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو ملائکہ گلیوں کے کناروں پر کھڑے ہوتے ہیں اور ندا دیتے ہیں ''اے مسلمانو! اس رب کریم کی طرف چلو جو بہت خیر کی توفیق دیتا ہے، پھر اس پر خوب ثواب دیتا ہے، اے بندو! تمہیں رات کی تراویح کا حکم دیا گیا تم نے تراویح کو پڑھا، تمہیں دن کے روزوں کا حکم دیا گیا تم نے روزے رکھے اور تم نے اپنے رب کی اطاعت کی، لہٰذا آج تم اپنے انعامات لے لو۔ پھر جب لوگ نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں تو ایک منادی ندا دیتا ہے تمہارے رب نے تمہاری مغفرت کردی ہے اپنے گھروں کی طرف ہدایت لے کر لوٹ جاؤ۔ (الترغیب والترہیب)

عید کا پس منظر

ہر مذہب وملت میں چند ایام ایسے ہیں جو خوشی منانے اور اظہار مسرت کے لئے ہوتے ہیں لیکن دین اسلام نے پورے سال میں صرف دو یوم مقرر کئے ہیں اور یہ یوم بھی عظیم الشان عبادتوں کی تکمیل کے لئے وقتِ مشروع ہیں۔

چنانچہ عید الفطر کے موقع پر صیام رمضان کی تکمیل ہوتی ہے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر حج کی تکمیل ہوتی ہے اور پھر دوسرے مذاہب کے برعکس ان دونوں یوم کو عبادت بنا دیا گیا جن کا آغاز دوگانۂ عید سے ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے ہجرت سے پہلے تو یہاں کے لوگ سال میں دو دن لہو ولعب میں مشغول ہوتے تھے آپ نے فرمایا یہ کیسے دن ہیں تو لوگوں نے جواب دیا کہ ہم ان دنوں میں جاہلیت کے زمانے میں کھیل کود کرتے تھے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دنوں کے بجائے دو بہتر دن مقرر کئے ہیں یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر۔

عید کی نماز کب سے شروع ہوئی:

عید الفطر کی نماز ہجرت کے پہلے سال سے شروع ہوئی ہے۔

یوم عید کی سنتیں:

عید کی صبح نماز سے پہلے کچھ مستحبات اور سنن ہیں جن کی ادائیگی ایک مسلمان کے لئے باعث ثواب اور سعادت مندی ہے، جو ذیل میں مذکور ہیں۔

(۱) عید الفطر کی شب عبادات کا اہتمام کرنا کیونکہ شب عید ان خاص راتوں میں سے ہیں جن میں عبادات کی قبولیت کی بشارت دی گئی ہے اور اس رات کو لیلۃ الجائزۃ (انعام کی رات) کا نام دیا گیا ہے۔

(۲) عید الفطر کے دن فجر کی نماز کے بعد نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد کوئی نفل یا سنت پڑھنا جائز نہیں اس دن اشراق پڑھنا ممنوع ہے۔

(۳) مسواک کرنا، غسل کرنا، طہارت ونظافت کا خاص اہتمام کرنا۔

(۴) اپنے کپڑوں میں سب سے عمدہ کپڑا پہننا۔

(۵) شریعت کے موافق اعتدال میں رہتے ہوئے اپنی آرائش وزیبائش اور خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا۔

(۶) خوشبو لگانا۔

(۷) نماز عید سے قبل طاق عدد کھجور کھانا مسنون ہے۔

(۸) اگر صدقہ فطر ادا نہ کیا ہو تو نماز عید سے قبل صدقہ فطر ادا کر دیں۔

(۹) حسب توفیق اپنی عادت سے بڑھ کر صدقہ و خیرات کرنا۔

(۱۰) اگر دو راستے ہوں تو ایک راستے سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔

(۱۱) عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھتے ہوئے جانا۔

(۱۲) اگر عیدگاہ زیادہ دور نہ ہو تو پیدل جانا۔

ترکیب نماز عید

پہلے نیت کریں کہ میں عید الفطر کی دو رکعت نماز واجب بمعہ چھ زائد تکبیروں کے اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں پھر امام کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں گے اور ثناء پڑھیں گے پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ چھوڑ دیں گے، دوسری بار پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ چھوڑ دیں گے، تیسری بار پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہیں گے اور ہاتھ باندھ لیں گے۔ اب امام تعوذ، تسمیہ سورہ فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رکوع کریں گے اس رکعت کو پورا کریں گے۔

دوسری رکعت کے لئے امام صاحب کھڑے ہوں گے پہلے قرأت کریں گے اور مقتدی خاموشی سے سنتے رہیں گے قرأت سے فارغ ہو کر امام اور مقتدی تکبیر کہیں گے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں گے، دوسری مرتبہ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دیں گے تیسری مرتبہ بھی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دیں گے، اب بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں گے اور بقیہ نماز قاعدے کے موافق پوری کریں گے، نماز پوری کرنے کے بعد امام کھڑے ہو کر خطبہ پڑھیں گے جسے مقتدی نہایت ادب اور خاموشی سنیں گے۔

عیدین کی نماز کے متفرق مسائل

۱......اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں ایسے وقت میں پہنچا کہ امام عید کی زیائد تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی قیام میں ہے لیکن قرأت شروع کر چکا ہے تو یہ شخص نیت کر کے اسی وقت عید کی تین تکبیریں کہہ لے۔

۲......اگر عید کی نماز میں کوئی شخص ایسے وقت میں پہنچا جب امام رکوع میں ہے تو یہ تکبیر تحریمہ کہے اور پھر اگر اس کو گمان غالب ہے کہ تین زائد تکبیریں کہنے کے بعد رکوع مل سکتا ہے تو تکبیریں کہہ لے پھر رکوع میں جائے اور اگر تکبیریں کہہ کر رکوع ملنے کی امید نہیں ہے تو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں رکوع کی تسبیح کے بجائے یہ تین زائد تکبیریں کہہ لے اور ہاتھ نہ اٹھائے اگر پوری تین تکبیریں کہنے سے پہلے امام نے رکوع سے سر اٹھا دیا تو یہ بھی تکبیریں چھوڑ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے اس طرح اس سے باقی تکبیریں ساقط ہو جائیں گی اگر امام قومہ (رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا) میں ہے تو اس وقت شامل ہونے والا زائد تکبیریں نہ کہے اور جب سلام بعد اپنی پہلی رکعت ادا کرے اس میں ان تکبیروں کو کہہ لے لیکن ثناء کے بعد نہیں بلکہ قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اور رکوع سے پہلے۔

۳......اگر کوئی شخص نماز میں اس وقت شریک ہوا جب امام تشہد پڑھ چکا ہے لیکن ابھی نماز کے ختم کا سلام نہیں پھیرا ہے تو وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد باقی نماز پوری کرے اور تکبیرات دونوں رکعتوں میں اپنے اپنے مقام پر کہے اس طرح اس کی عید کی نماز میں شمولیت صحیح ہو جائے گی۔

۴......اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے بلکہ جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے اس وقت قرأت سے بعد رکوع میں جانے سے پہلے کہے اور اگر دوسری رکعت کی تکبیریں امام کے ساتھ نہ ملی ہوں یعنی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوا تو دونوں رکعتیں بعد میں پڑھے اور زائد تکبیریں اپنے اپنے موقع پر کہے۔